فقہ واجتہاد

حافظ حسن مدنی

عورت کی امامت کی شرعی حیثیت

گذشتہ ماہ 'اشراق' میں عورت کی امامت کے جواز کے بارے میں مضمون شائع ہونے پر اس کی نقول مختلف اہل علم کو بھجوائی گئیں اور ۱۵ مئی کو مجلس التحقیق الاسلامی میں چند اہل علم کا اسی موضوع پر تبادلہ خیال بھی ہوا۔ اس کے بعد فاضل علماء کرام نے ادارۂ محدث کو اپنے مضامین ارسال کئے جو اس شمارے کی زینت بن رہے ہیں۔ راقم نے بھی اسی موضوع پر اُنہی دنوں ایک مضمون تحریر کیا تھا، کبار علماء کرام کے مضامین شائع ہونے کے بعد تکرار سے بچنے کی خاطر میں نے اب ان مباحث کو مختصر کرکے حواشی میں دیگر اہل علم کے مضامین کے متعلقہ مباحث کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ چونکہ اکثر مضامین میں یہ بحثیں بار بار آ گئی ہیں، اس لئے ان حواشی کی مدد سے قارئین کا ان کی طرف رجوع کرنا بھی آسان ہوگا۔ اس کے باوجود بعض جگہ باقی رہ جانے والی تکرار کو اُمید ہے، قارئین نظر انداز فرمائیں گے۔ (ح م)

جمہور اہل علم کے نزدیک عورت، دیگر عورتوں کی امامت کراسکتی ہے۔ اس سلسلے میں کتب حدیث میں اُمہات المومنین: حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کی امامت کا تذکرہ ملتا ہے، جس کی تفصیلات سے ان کے طریقہ امامت پر بھی روشنی پڑتی ہے:

① عن ريطة الحنفية قالت أمتنا **عائشة** فقامت بينهن في الصلوة المكتوبة (سنن دار قطنی، باب صلوة النساء جماعة وموقف إمامهن: ج۱/ص۴۰۴ ومصنف عبدالرزاق: ج۳/ص۱۴۱ حدیث نمبر: ۵۰۸۶)

''حضرت عائشہؓ نے ہماری امامت کرائی اور آپ فرض نمازوں کے درمیان میں عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئیں۔'' (وقال النووي: سنده صحيح. التعليق المغني)

② عن عطاء عن عائشة أنها كانت تؤم النساء تقوم معهن في الصف

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱/ص۴۳۰، رقم ۴۹۵۴)

'عائشہؓ عورتوں کی امامت کرایا کرتی تھیں اور آپ ان کے ساتھ ہی صف میں کھڑی ہوتیں'

www.KitaboSunnat.com

③ أنها أمت النساء في صلوة المغرب فقامت وسطهن وجهرت بالقراءة

''سیدہ عائشہؓ نے مغرب کی نماز میں عورتوں کی امامت کرائی ، پس عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئیں اور بلند آواز سے قراءت فرمائی۔'' (المحلّٰی:۴/۲۱۹)

④ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عورتوں کو نمازِ عصر پڑھائی۔ (الام:۱/۱۶۴)

⑤ عن علي قال دخلت أنا ورسول الله علىٰ **أم سلمة** فإذا نسوة في جانب البيت يصلين فقال رسول اللهﷺ: «يا أم سلمة أي صلاة تصلين؟» قالت يا رسول الله! المكتوبة. قال رسول الله: «أفلا أَمَمْتِهِنَّ؟» قالت: يا رسول الله أو يصلح ذلك؟ قال ﷺ: «نعم تقومين وسطهن لا هن أمامك ولا خلفك وليكن عن يمينك وعن شمالك»[1]

''حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس آئے تو خواتین کو گھر کے ایک طرف نماز پڑھتے پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اُم سلمہ! یہ کونسی نماز پڑھ رہی ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا: فرض نماز تو آپ نے کہا: تم ان کی امامت کیوں نہیں کراتی ؟ امّ سلمہ کہنے لگیں : کیا عورتوں کی امامت درست ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں،تم ان کے درمیان کھڑی ہوجاؤں، نہ تم ان کے آگے اور نہ وہ تمہارے پیچھے بلکہ وہ تمہارے دائیں بائیں کھڑی ہوجائیں۔'' (مسند زیدؒ بن علیؒ بن حسینؓ:ص ۱۱۱، دارالکتب العلمیہ)

⑥ عن أمّ سلمة أنها أمّتهُنَّ فقامت وسطًا (سنن کبریٰ از بیہقی:۳/۱۳۱،رقم ۵۱۴۰)

''حضرت اُمّ سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان عورتوں کی امامت کرائی اور آپ درمیان میں کھڑی ہوئیں۔''

⑦ عن أمّ الحسن أنها رأت أم سلمة زوج النبي ﷺ تؤم النساء فتقوم معهن فی صفهن (مصنف ابن ابی شیبہ:ج۱/ص۴۳۰،رقم ۴۹۵۳)

''امّ حسن سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ کو دیکھا کہ وہ عورتوں کی امامت کرا رہی تھیں اور ان کے ساتھ ہی صف میں کھڑی تھیں۔''

علامہ ابن حزم اس حدیث کے متعلق المُحلّٰی (۴/۲۲۰) میں فرماتے ہیں:

''یہ بہترین سند ہے، اسکے سب راوی انتہائی ثقہ ہیں۔ یہ سند کیا ہے سونے کی ایک لڑی ہے''

www.KitaboSunnat.com

⑧ حُجیرہ سے مروی ہے کہ حضرت امّ سلمہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۲، دارقطنی: ۱؍۴۰۵، قال النووی: سندہ صحیح)

⑨ عن ابن عباس قال: تؤم المرأة النساء تقوم في وسطهن

''ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امامت کرواسکتی ہے، لیکن وہ عورتوں کے درمیان کھڑی ہوگی۔'' (مصنف عبدالرزاق: ج۳؍ص۱۴۰، رقم: ۵۰۸۳)

⑩ عن ابن عمر أنه كان يأمر جارية له أن تؤم النساء في ليالي رمضان

''ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی ایک لونڈی کو حکم دیا کرتے کہ وہ رمضان میں عورتوں کی امامت کرائے۔'' (المُحلّٰی: ۳؍۱۳۷)☆

☜ علامہ شمس الحق عظیم آبادی دارقطنی پر اپنی شرح التعليق المُغني میں فرماتے ہیں:

وهذه الروايات كلها تدل على استحباب إمامة المرأة للنساء في الفرائض والنوافل وهذا هو الحق وبه يقول الشافعي والأوزاعي والثوري وأحمد وأبو حنيفة وجماعة رحمهم الله (ج۱؍۴۰۵)

''یہ تمام احادیث فرضی اور نفلی نماز میں عورت کی امامت کے پسندیدہ ہونے کی دلیل ہیں اور یہی موقف درست ہے، اسی کو امام شافعی، احمد بن حنبل، ابوحنیفہ (ائمہ ثلاثہ) اور امام اوزاعی، ثوری اور اہل علم کی ایک جماعت رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔''

احناف کے ہاں عورت کی امامت کا زیادہ رواج نہیں ہے، جہاں تک احناف کے موقف کا تعلق ہے تو وہ اس کی حرمت کی بجائے کراہت* کا موقف رکھتے ہیں اور نمازِ جنازہ وغیرہ میں اس کے قائل ہیں۔ پھر احناف میں بعض اہل علم نے اپنے اس موقف کے بارے میں بھی نظر ثانی کرکے عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا بلا کراہت جواز ثابت کرنے پر دلائل پیش کئے ہیں۔ اس سلسلے میں کراچی سے 'فقہ اسلامی' کے نام سے شائع ہونے والے وقیع فقہی ماہنامے میں مفتی محمد رفیق الحسنی کا تفصیلی مضمون بہ تکرار شائع ہوچکا ہے، جس میں انہوں نے عورتوں کی امامت کے جواز کا موقف اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ یاد رہے کہ اس مجلّہ کے کارپردازان بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ (دیکھئے شمارہ اکتوبر ۲۰۰۳ء و اکتوبر ۲۰۰۴ء)

www.KitaboSunnat.com

چونکہ ان تمام احادیث میں عورتوں کی امامت کرانے کا ہی تذکرہ ملتا ہے، اس بنا پر ان سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ عورت مردوں کی بھی امامت کرا سکے۔ اس امر کے مشروع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تائید میں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل موجود ہو۔ عبادات کے بارے میں یہ مسلمہ اُصول ہے کہ وہی عبادت باعثِ ثواب ہوگی جس کا ثبوت کتاب وسنت سے ثابت ہو۔ اپنے پاس سے بنائی گئی عبادت ثواب کی بجائے بدعت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب اسلام کی ۱۴ صد سالہ تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں کسی عورت نے مردوں کی امامت کی ہو تو اب کیوں کر اس کو مشروع قرار دیا جاسکتا ہے؟

سنن ابوداود میں حدیث اُمِ ورقہ آتی ہے جس میں یہ تذکرہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں گھر میں رہنے کا حکم دیا، دین کے کاموں میں غیر معمولی شوق کی بنا پر پھر اُنہوں نے نبی کریم سے مؤذن کی اجازت طلب کی جو آپ نے دی دے۔ تو امّ ورقہ اپنے گھر والوں کی امامت کرایا کرتی تھیں۔ مختصراً ☆ (سنن ابوداود: ۵۹۱، ۵۹۲)

عورت کا مردوں کی امامت کرانے کا دعویٰ کرنے والوں کا تمام تر انحصار اسی حدیث پر ہے جس میں 'گھر والوں' کے لفظ میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ ان کے گھر والوں میں مرد بھی شامل تھے۔ مزید دعویٰ یہ بھی ہے کہ دار کا لفظ چونکہ عربی زبان میں گھر سے وسیع تر معانی میں بولا جاتا ہے، اس لئے اس سے گھر کی بجائے اہل محلّہ مراد لینے چاہئیں۔ گویا اگر ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا تو ان کے محلّہ میں تو کوئی مرد ضرور ہوگا اور امّ ورقہ ان سب کی امام تھیں۔

آج تک اسلامی تاریخ میں کسی نے مردوں کے لئے عورت کی امامت کا جواز پیش نہیں کیا، امریکہ میں عورت کی امامت کا واقعہ پیش آجانے کے بعد مئی ۲۰۰۵ء کے ماہنامہ اشراق میں پہلی بار یہ موقف اپنایا گیا ہے اور اس موقف کی تائید کے لئے اشراق کے مقالہ نگار جناب خورشید عالم کا نصوص سے استدلال کا کل مرکز ومحور یہی ہے!!

اگر ذہن میں اسلام کی خدمت کا مقصد ہو تو ایسے بعید قیاس پیدا ہی نہیں ہوتے لیکن اگر کوئی نئی بات کرنے کا سودا سما جائے اور تعامل امت کے فلسفے کا شور مچانے کے باوجود ائمہ

www.KitaboSunnat.com

اسلاف سے مخالفت کا شوق چرا جائے تو احتمالات سے بھی دلائل کی ٹھوس عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ ائمہ فقہا کا تو معروف اُصول ہے کہ إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جہاں احتمال آ گیا، وہاں استدلال ختم ہوگیا، لیکن یہاں بالکل اُلٹ قصہ ہے۔ اس کے برعکس اگراسی واقعہ سے درست استدلال کرنا ہوتو اس کے امکانات بھی کم نہیں :

❶ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تمام واقعے کی بنیاد اسی حدیث میں نبی کریمؐ کا انہیں یہ حکم ہے قري في بيتك اپنے گھر میں ہی ٹکی رہ۔ اور اقعدي في بيتك (الاصابة: ۴۷۹/۸)

❷ پھر انہوں نے مؤذن کی اجازت طلب کی، اس سے تو یہ پتہ چلا کہ عورت اذان نہیں دے سکتی۔ ورنہ آپ انہیں خود اذان کی اجازت بھی دے دیتے، اور اگر ان کے گھر میں کوئی مرد موجود ہوتا تو آپ اسے اذان کا حکم دیتے۔

❸ نبی کریم ﷺ کو ایک بوڑھا مؤذن مقرر کرنے کی ضرورت ہی اس لئے پیش آئی کہ امّ ورقہ کے گھر میں کوئی مرد موجود ہی نہ تھا۔

❹ حدیثِ اُمّ ورقہ سے اس احتمال کو ثابت کرنے کی بنیاد صرف یہ ہے کہ وہ مؤذن بھی امّ ورقہ کے پیچھے ہی نماز پڑھتا ہوگا۔ جہاں تک غلام کا سوال ہے تو احادیث میں اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ غزوۂ بدر کے بعد جب نبی کریمؐ نے انہیں امامت کی اجازت دی تو اس وقت غلام موجود تھا یا نہیں؟ غلام اور لونڈی کا اُنہیں شہید کرنے کا واقعہ تو اس کے کم وبیش ۲۰ برس بعد پیش آیا۔ مؤذن کا حضرت اُمّ ورقہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا احتمال اس بنا پر معتبر نہیں کیونکہ اس دور میں مدینہ منورہ بہت مختصر تھا، عین ممکن ہے کہ وہ مؤذن اذان دے کر مسجدِ نبویؐ میں نبی کریم کی معیت میں نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرنے چلا جاتا ہو۔ جیسا کہ مسند احمد بن حنبل کے شارح احمد عبدالرحمٰن البنا اپنی شرح 'الفتح الربانی' میں لکھتے ہیں: (۲۳۴/۵)

فيحتمل أن المؤذن كان يؤذن لها ثم يذهب إلى المسجد ليصلي فيه

''ممکن ہے کہ مؤذن اذان دے کر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے چلا جاتا ہو۔''

مزید برآں اذان سننے کے بعد مسلمان کے لئے یہ اجازت نہیں کہ وہ مسجد میں نہ آئے۔ جیسا کہ نبی کریمؐ کے پاس ایک نابینا آدمی یہ عذر لے کر آیا کہ مجھے کوئی مسجد تک نہیں پہنچا سکتا

(ليس لي قائد يقودني إلى المسجد) تو آپ نے پہلے تو اسے اجازت دی، پھر یہ دیکھ کر کہ وہ اذان کی آواز سنتا ہے، اس کو مسجد میں آنے کا پابند کردیا۔ (صحیح مسلم:٦٥٣)

ظاہر بات ہے کہ باجماعت نماز کے علاوہ مسجد میں نماز پڑھنے کا مستقل ثواب ہے اور اُمّ ورقہؓ کے ہاں باجماعت نماز تو ہوتی تھی، لیکن کوئی مستقل مسجد نہ تھی جیسا کہ تاریخ میں اُمّ ورقہ کی کسی مسجد کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ایک طرف تو نبی کریمؐ ایک نابینا کو مسجد میں نماز پڑھنے سے مستثنیٰ قرار نہ دیں دوسری طرف اشراق کے مقالہ نگار صرف ایک احتمال سے مؤذن کے مسجد میں آنے کے خلاف امر کو ثابت کرنے کی کوشش کریں، تعجب ہے!!

۵ پھر اسی حدیث کے ان محتمل الفاظ کی صراحت دارقطنی کی ایک حدیث میں یوں آئی ہے: أمرها أن تؤم نساء ها آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کی عورتوں کی امامت کرائیں۔ چونکہ حدیث کے ان الفاظ سے ابوداود کی حدیث ام ورقہ میں مرد وزَن دونوں مراد لینے کا امکان باقی نہیں رہتا، اس لئے اشراق کے مقالہ نگار اس اضافہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ دارقطنی کے اپنی طرف سے ہے کیونکہ یہ اضافہ ان کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کو کئی اہل علم نے ذکر کیا ہے اور آج تک کسی نے بھی اسے دارقطنی کے الفاظ قرار نہیں دیا۔ حدیث کے یہ الفاظ امام ابن جوزیؒ نے التحقیق (ج۱/ص ۱۷۴،طبع دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ) میں، امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار (ج۳/ ص۲۰۱) میں، امام ابن قدامہؒ نے المغنی میں دو مقامات: ج۱/ص ۲۳۵ اور ج۲/ص ۱۶ (طبع دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵) پر، کشاف القناع میں ج۱/ص ۲۳۵ پر، الموسوعة الفقهية (۲۰۴/۶) میں اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اپنی کتاب 'الفقہ الاسلامی وادلتہ' (۱۷۵/۲) میں ذکر کئے ہیں۔ ان حضرات کا ذکر کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اسے درست سمجھتے ہیں اور آج تک کسی نے ان الفاظ کو دارقطنی کے اپنے الفاظ قرار نہیں دیا۔ یوں بھی یہ تقاضا بڑا عجیب ہے کہ حدیث کے وہی الفاظ معتبر ہوں جو کئی احادیث میں بار بار آئے ہوں!!

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ مردوں پر امامت کے سلسلے میں جو احتمال بھی پیدا کیا جارہا

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس میں کوئی وزن نہیں اور قرآنِ کریم یا احادیث سے اس امر کا کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔

مزید برآں جس حدیثِ امّ ورقہ سے یہ سارا استدلال کیا جارہا ہے، اس کی صحت بھی علما کے مابین اختلافی مسئلہ ہے۔ اس حدیث کو صحیح قرار دینے والوں میں امام حاکمؒ (۱/۱۶۱، رقم ۵۹۲)، امام ابن خزیمہؒ (۳/۸۹، رقم ۱۶۷۶)، بیہقیؒ (۳/۱۳۰)، علامہ عینی اور شیخ البانیؒ (سنن ابو داود، رقم ۵۹۱) شامل ہیں۔ مسند احمد بن حنبل کی شرح (از احمد شاکر) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حاکمؒ اور ذہبیؒ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی راویہ لیلیٰ بنت مالک صحابیہ ہیں۔ (۱۸/۴۹۴، رقم ۲۷۱۵۸) علامہ البانی نے بھی إرواء الغلیل میں تفصیلی بحث کے بعد اس حدیث کو 'حسن' قرار دیا ہے۔ (۲/۲۵۶، رقم ۴۹۳)

دوسری طرف حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر (ص ۱۲۱) میں اور مسند احمدؒ پر الموسوعة الحدیثیة کے محققین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔☆

فقہا کا نقطہ نظر

اشراق کے مقالہ نگار نے بعض فقہا سے اس امر کو منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک عورت کی امامت مردوں کے لئے درست ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان بعض فقہا سے یہ نسبت غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ جب ان فقہا کے اقوال کو ہم ان کی اپنی کتابوں یا سیاق وسباق کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایسا کوئی موقف نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

◉ فقہی انسائیکلوپیڈیا، کویت میں امامت کی شرائط میں 'مرد ہونا' بھی ذکر کیا گیا ہے:

یشترط لإمامة الرجال أن یکون الإمام ذکرًا، فلا تصح إمامة المرأة للرجال وهذا متفق علیه بین الفقهاء (الموسوعة الفقهیة: ۶/۲۰۴)

''مردوں کی امامت کے لئے یہ بات شرط ہے کہ امام مرد ہو۔ کیونکہ عورت کی مردوں کے لئے امامت درست نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ فقہا کرام کے مابین اتفاقی ہے۔''

◉ دورِ حاضر کے نامور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

فلا تصح إمامة المرأة والخنثی للرجال لا في فرض ولا في نفل أما إن کان المقتدي نساء فلا تشترط الذکورة في إمامهن عند الجمهور......

''مردوں کے لئے عورت اور مخنث کی امامت علی الاطلاق درست نہیں ہے، نہ فرض میں، نہ نفل میں۔ البتہ اگر مقتدی صرف عورتیں ہی ہوں تب امام کے لئے مرد ہونا جمہور کے نزدیک شرط نہیں ہے۔'' (الفقه الاسلامي وأدلته: ج۲/ص ۱۷۵)

◉ امام الحرمین جوینیؒ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اس مسئلہ پر مسلمانوں میں 'اجماع' ہے۔

وأجمعوا على أن المرأة لا يجوز أن تكون إماما (کتاب الارشاد: ص ۴۲۷)

◉ امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت کا کسی حال میں بھی مردوں کا امام بننا ہرگز جائز نہیں:

لا تجوز أن تكون امرأة إمام رجل في صلاة بحال أبدًا (الام: ۱/۱۶۴)

◉ عورت کی امامت کے بارے میں شیعہ کا موقف بھی ائمہ اسلاف سے مختلف نہیں جیسا کہ آغاز میں حدیث نمبر ۵ کے تحت حضرت اُمّ سلمہ کے بارے میں شیعہ کتب میں مروی حدیث گزر چکی ہے، مزید برآں کتبِ شیعہ میں ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ

تؤم المرأة النساء في الصلوة وتقوم وسطهن فيهن ويقمن عن يمينها وشمالها (الاستبصار: ۱/۴۲۷، الکافی: ۳/۳۷۶، من لا يحضره الفقيه: ۱/۳۹۶)

''عورت دیگر عورتوں کی ہی نماز میں امامت کرا سکتی ہے۔ وہ ان کے درمیان کھڑی ہوگی، اور عورتیں اس کے دائیں یا بائیں ......''

فقہا کا معمول یہ رہا ہے کہ وہ ایک مسئلہ ذکر کرتے ہوئے بعض اوقات امکانی طور پر پیش آجانے والے مسائل میں بھی اپنی رائے ذکر کردیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک حدیث کے صحیح نہ ہونے کے باوجود وہ کہہ دیتے ہیں کہ بالفرض اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ ایسے ہی زیر نظر مسئلہ میں فقہا کے بعض اقوال ہیں جن کو سمجھنے میں اشراق کے مقالہ نگار کو غلطی ہوئی ہے۔ جہاں تک ابوثورؒ اور مزنیؒ کے قول کا تعلق ہے تو اس کا پس منظر اور حقیقت امام ابن قدامہؒ نے وضاحت سے پیش کردی ہے کہ وہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہی نہیں ہے بلکہ ایک فرضی سوال کا جواب دیا جارہا ہے کہ ''اگر کوئی مشرک یا مخنث یا عورت کے پیچھے نماز پڑھ بیٹھے تو کیا اسکو نماز لوٹانا ہوگی یا نہیں؟'' ان دونوں ائمہ فقہا کے نزدیک کافر کے پیچھے پڑھی گئی نماز لوٹانا ضروری نہیں اور یہی موقف ان کا عورت کے بارے میں ہے۔ گویا اس سے پہلی

www.KitaboSunnat.com

بات تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ کافر اور عورت کی مردوں کے لئے امامت کا حکم ایک ہی ہے۔ اس عبارت سے عورت کی امامت کا جواز نکالنا ایسے ہی ہے جیسے مسلمانوں پر کافر کی امامت کا جواز نکالا جائے۔ ان فقہا کے موقف کو سمجھنے کے لئے 'مغنی' کے مسئلہ نمبر ۱۲۵۴ کا مکمل مطالعہ مفید ہوگا۔☆

◉ جہاں تک ابن جریر طبریؒ کا تعلق ہے تو کتبِ فقہ میں ان کا یہ موقف کہیں دستیاب نہیں ہوسکا۔ البتہ ان سے ایک اور موقف ضرور منسوب کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ مسالکِ اربعہ کے برعکس ابن جریر طبریؒ کے نزدیک عورت قاضی بن سکتی ہے لیکن ابن جریر سے اس موقف کی نسبت بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اکثر علما نے ابن جریر کی طرف اس موقف کی نسبت سے انکار کیا ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی کہتے ہیں:

ونقل عن محمد بن جرير الطبري أنه يجوز أن تكون المرأة قاضية ولم يصح ذلك عنه (احکام القرآن: ۱۴۴۴/۳ اور جامع الاحکام از قرطبی: ۱۸۳/۱۳)

''یہ بات ابن جریر طبریؒ سے بھی منسوب کی گئی ہے کہ عورت قاضی بن سکتی ہے حالانکہ یہ نسبت درست نہیں ہے۔'' آگے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے عام قاضی بننے کی بجائے یہ مراد ہو کہ عورتوں سے مخصوص کسی مسئلہ میں اس کو وقتی طور پر یہ ذمہ داری سونپ دی جائے۔

ابن جریر طبری کا یہ موقف کتبِ فقہ میں صراحت کے ساتھ تو کہیں موجود نہیں اور جہاں ان سے یہ نسبت کی گئی ہے، وہاں بھی مشکوک لفظ یعنی قِيل بولا گیا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ اسی مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے ان کی طرف مردوں کی امامت کا قول بھی منسوب کردیا گیا ہو۔ لیکن جب ان کی طرف قاضی بنانے کی نسبت بھی درست نہیں تو امامت کا قول کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ شیخ محمد امین شنقیطی لکھتے ہیں:

لعل كل ما نُسب إلى هؤلاء الأعلام لم تصح نسبته إليهم لرسوخ أقدام القوم وأن لهم اليد الطولىٰ في العلم وإلا فكيف يصح أن يقول مثل هؤلاء: بجواز تولية المرأة في الإسلام والرسول يقول: لن يفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة (مواہب الجلیل من ائمۃ الخلیل بحوالہ ولایۃ المرأۃ: ۲۲۰)

''شاید کہ ان نامور ائمہ کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہو، وہ فی الواقع درست نہ ہو کیونکہ یہ مسلمانوں کے راسخ العلم امام ہیں اور شریعت میں ان کی مہارت معروف ہے۔ وگرنہ کیونکر ممکن

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ اسلام میں عورت کی ولایت کے بارے میں موقف اپنائیں جبکہ نبی کریمؐ تو یہ فرما رہے ہوں کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس کی ذمہ داری ایک عورت کے ہاتھ میں ہو۔''

◉ اشراق کے مقالہ نگار نے حنابلہ سے بھی ایک موقف منسوب کیا ہے جیسا کہ اُنہوں نے امیر صنعانیؒ وغیرہ کا نام لیا ہے۔ بعض حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ کہ عورت نفلی نماز میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوکر امامت کراسکتی ہے۔ لیکن امام ابن قدامہ نے ...... جو خود بھی حنبلی ہیں...... دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ موقف بلا دلیل، تحکم پر مبنی اور مضحکہ خیز ہے۔ پھر دورِ حاضر کے حنبلی علما کا موقف بھی اس سلسلے میں صریح طور پر سامنے آچکا ہے۔ فتاوٰی المرأة میں سعودی عرب کے سابق قاضی القضاۃ شیخ صالح بن حمید کا یہ فتویٰ موجود ہے :

''عورتوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ مردوں کی امامت کرائیں، کیونکہ نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ اُنہیں پیچھے ہی رکھو جہاں اللہ نے انہیں پیچھے کیا ہے۔ پھر مسجد کی امامت ولایت (ذمہ داری) کی ایک قسم ہے اور ولایت مردوں کے لئے ہی درست ہےکیونکہ نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ وہ قوم فلاح نہیں پائے گی جس کی ذمہ دار عورت بن جائے۔ البتہ حنابلہ کے ہاں اس حکم سے ایک مستثنیٰ قول بھی پایا جاتا ہے کہ جب کوئی عورت مردوں سے زیادہ بہتر تلاوت کرنے پر قادر ہو تو عورت مردوں کے پیچھے سے ان کی امامت کرائے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایسے ہی عورتیں مسجد میں عام امامت بھی نہیں کراسکتیں۔'' (ص ۳۱۹)

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسئلہ مسلمانوں کے مابین متفقہ حیثیت رکھتا ہے کہ عورت کی امامت مردوں کے لئے جائز نہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ خود حلقہ اشراق کے امام مولانا امین احسن اصلاحی کا موقف بھی اس کی مخالفت کرتا ہے، لیکن چونکہ مولانا کی پیروی کی بجائے اُنہیں صرف ان کے نام اور نسبت سے سروکار ہے، اس لئے انہیں ان کے موقف سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مولانا اصلاحی نے ماہنامہ میثاق کے شمارہ نومبر۱۹۶۴ء میں 'عورت کی امامت' کے عنوان پر معرکہ آرا بحث لکھی ہے۔ یہاں ان کے دو دیگر اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :

''اسلامی شریعت کی رو سے عورت نماز میں مردوں کی امام نہیں ہوسکتی اور اگر کسی مرد کی اقتدا میں وہ نماز ادا کرے تو اس کے لئے بھی بعض شرطوں ہیں جن کا اہتمام ضروری ہے۔ اس حکم کی وجہ عورت کی کمتری یا مرد کی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ سرتاسر اسلام کے اخلاقی اصولوں پر مبنی

www.KitaboSunnat.com

ہے۔عورت کی فطری وجنسی خصوصیات اور مرد کے جنسی میلانات کی وجہ سے عورت کی امامت میں یہ کھلا اندیشہ ہے کہ نماز کا اخلاقی وروحانی مقصد ہی فوت ہو جائے جس کیلئے نماز فرض کی گئی ہے۔اس وجہ سے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔'' (میثاق: فروری ۱۹۶۹ء ص ۴۴)

اور مولانا اصلاحی کا یہ موقف تو واقعتاً حلقہ اشراق کے لئے چشم کشا ہونا چاہئے:

''اگر کسی کو ایسی مجبوری پیش آجائے کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو کہ ایک عابدہ وزاہدہ عورت کی اقتدا میں نماز ادا کرے یا ایک گنہگار مسلمان مرد کی تو آخر وہ کیا کرے گا؟ عابدہ وزاہدہ عورت کو امام بنائے گا یا گنہگار مرد کو؟ اسلامی شریعت کی رو سے مس فاطمہ جناح تو درکنار حضرت رابعہ بصریہ کے پیچھے بھی ایک مرد کی نماز نہیں ہوسکتی۔لیکن ایک فاسق مسلمان کے پیچھے ہوسکتی ہے۔''

(مقالاتِ اصلاحی: ج ۱ ص ۲۳۱)